عرفانِ حق

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

ادارۂ معارفِ نعمانیہ
شادباغ لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اُس تک رسائی کا وسیلہ تلاش کرو۔

عرفانِ حق

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

اِدارہ معارف نعمانیہ

شاد باغ لاہور پاکستان

معزز قارئین کرام ------------

حکیم سید امین الدین قادری خوشحالی کی ایمان افروز کتاب "عرفان حق" کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور بار بار پڑھا ہے اور اس سے بہت کچھ حاصل کیا ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔
اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے روحانی اور دینی علم میں اضافہ ہو گا' اس لئے میری آپ سے التجا ہے کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں اور جو بھی اسے پڑھے گا اپنے اندر لازماً ایک دینی اور روحانی تبدیلی پائے گا۔ میری خواہش ہے کہ اس علم کو مزید پھیلایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کتاب سے مستفید ہوں اس لئے میری آپ سے اپیل ہے کہ آپ اس کار خیر میں شامل ہوں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ میں نے خود اس کتاب کو حسب استعداد چھپوایا ہے اور جو شائقین اس کتاب سے مستفید ہونا چاہیں اور جو دین کی روشنی کو پھیلانے کے خواہش مند ہوں وہ کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

سردار تیمور حیات خان قادری چشتی عاجزوی

فون نمبر: 03015456088

سلسلہ اشاعت نمبر ۵۱

نام کتاب ———— عرفانِ حق

از ———— حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

سنِ اشاعت ———— نومبر ۱۹۹۲ء

شرفِ اشاعت ———— ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

تعداد بار اول ———— ۱۱۰۰

مطبع: ———— طیبہ پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتا

ادارہ معارفِ نعمانیہ ۳۲۳۔ شادباغ لاہور کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰
پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمدِ باری تعالیٰ

کونین کے چمن میں ہے رنگ و نُور تیرا
جو کچھ ہے دو جہاں میں سب ہے ظہُور تیرا

مخلوق کی زباں پر حمد و ثنا ہے تیری
ہے دل کی وسعتوں میں مسکن ضرور تیرا

دُنیا کی زندگی سے محشر کی زندگی تک
بندوں کو آسرا ہے ربِ غفور تیرا

تنویرِ علم سارے عالم کو مل رہی ہے
پیغام لیکر آئے جب سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تیرا

عرفانِ حق کی مستی حاصل ہے تیرے دل کو
قائم رہے ابد تک صادق سرور تیرا

نوٹ: کلام مکرم و محترم ذی الطریقت حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد یٰسین خان صاحب صادق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نعت شریف

بزمِ کونین کی ضیا تُم ہو
ہر دو عالم کے دلربا تُم ہو

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تُم ہو مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم ہو
رحمتِ حق کا آئینہ تُم ہو

تازگی تم سے ہے گلستاں میں
کتنے خوش رنگ و خوش ادا تُم ہو

غم کے طوفان ہیں تو کیا غم ہے
میری کشتی کے ناخدا تُم ہو

بے نواؤں کی ہے نوا تُم سے
بے سہاروں کا آسرا تُم ہو

بندہ پرور کرم کی ایک نظر
بندۂ عشق کی صدا تُم ہو

جس کا درماں نہ ہو زمانہ میں
ایسے بیمار کی دوا تُم ہو

وہ گنہگار ہوں میں دُنیا میں
جس کی بخشش کا آسرا تُم ہو

سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم خُدا کی قسم
قلبِ صادق کا مُدعا تُم ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

تصوف تلاشِ حقیقت کے عمل کا نام ہے۔ علمِ باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق و محبت اور حصولِ رضائے الٰہی اُس کا اصل مدعا۔ علم و عمل، عرفانِ ذات اور خود آگہی کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنا تصوف کی معراج ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں "شریعت ہمچوں شمع است کہ راہ مے نماید، چوں در راہ آمدی ایں رفتن تو طریقت است و چوں بمقصود رسیدی آں حقیقت است"

بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف اوامر و نواہیِ شریعت کا پابند ہونا تصفیۂ قلب اور تزکیہ نفس کے لیے کافی ہے اور کسی شیخ کامل کی صحبت کی ضرورت نہیں۔ صوفیہ کرام رحمہم اللہ کا بھی انکار کرنے والے ہر ایک زمانہ میں موجود رہے ہیں چنانچہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ جیسے محدث نے بڑے زور شور سے بڑے بڑے اکابر اہلِ عرفان حتیٰ کہ جنید و شبلی رحمہما اللہ جیسے آئمہ طریقت کی ان الفاظ میں تردید کی کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے کاش یہ لوگ طریقۂ صوفیہ کی پیروی نہ کرتے۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے دیباچہ لواقح الانوار میں لکھا ہے کہ گروہِ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں برابر صف آرائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام تک ان لوگوں کی ترقی اور رسائی ہو جاتی ہے عامۂ عقول اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں مگر یہ لوگ اُن منکرین کی کچھ

پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے عُلُوم ہرگز شریعت سے باہر نہیں ہیں۔
اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے چونکہ شریعت ہی تو اُن کے لیے وصُول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور وہ
ایک آن کے لیے بھی طریقِ شریعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید
بغدادی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ تصوّف کا علم کتاب و سُنّت کے ساتھ مضبوط
کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے دقیق سے دقیق مسائل کو بغرض استفسار
شیخ وقت ابو حمزہ بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ کے جوابات سے پُورا پُورا
اطمینان حاصل کرتے تھے۔

امام ابوالعباس بن شریح جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر
ہُوئے تو بعد مصاحبت و گفتگو کے فرمانے لگے کہ اس شخص کا کلام نہایت دقیق ہے جس کا سمجھنا
آسان نہیں البتہ اس میں ایک غیر معمولی حشمت و شوکت بھی مضمر ہے جو کسی جھوٹے مدعی کو ہرگز حاصل
نہیں ہو سکتی۔

محدث ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور
حیض کے متعلق چند ایک دقیق سوالات میں آپ کا امتحان لیا تو آپ نے ساٹھ ایسے مسائل کا اضافہ
کیا جن کی نسبت ابو عمران کا بیان ہے کہ انہیں پہلے ہرگز علم نہ تھا۔

شیخ عزّ الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ جو مشاہیر علماء میں سے ہیں قبل از مصاحبتِ مشائخ
کرام نہایت اصرار و تعصب سے کہا کرتے کہ یہ کیا بدعات ہیں جو اس فرقہ صوفیا نے پھیلائی ہیں۔
بھلا کتاب و سُنّت کی پیروی کے علاوہ کوئی اور بھی طریقہ ہو سکتا ہے مگر جب ایک موقعہ پر
دمیاط (مصر) میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا مثلاً شیخ تقی الدین ابنِ دقیق العید اور شیخ مکین الدین محدث
کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض

عبارات پر گفتگو ہونے لگی اتنے میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے چونکہ آپ مشایخ وقت میں سے تھے سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس قدر ماہرین کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے مگر بار بار کے اصرار پر آپ نے اُن مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عزالدین بلا اختیار پکار اُٹھے۔ سُنو! سُنو! یہ کلام تو الہامی معلوم ہوتا ہے اور اس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔

کتاب طبقاتِ (شعرانی) میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخرالدین رازی، صاحب تفسیر کبیر کو ایک رسالہ ارسال کیا جس میں انہوں نے امام کے علم و فضل کے مرتبہ کو تسلیم کر کے انہیں بعض علوم میں بے خبر ثابت کیا اور کہا "میرے بھائی خدا ہمیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ حقیقت کے نزدیک انسان کامل العلم نہیں ہوتا جب تک وہ منقولات و معقولات کی اصطلاح پرستی سے آگے نکل جائے چونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے اساتذہ کے علم تک محدود رہتا ہے اور جزئیات کی چھان بین میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر دیتا ہے وہ مقصودِ اصلی یعنی حصولِ رضاء الٰہی سے ہٹ جاتا ہے۔

عزیز من اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقتِ شریعت سے آگاہ ہو تو وہ تجھے بہت جلد شہودِ حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا جس سے تجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے علوم حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ تو وہ علم حاصل کر جس سے تیری ذات کو کمالِ حقیقی حاصل ہو اور جو مرنے کے بعد تیرے ساتھ ہو اور یاد رکھو کہ اصلی عُلوم وہی ہیں جو وہبی طور پر اور بطور مشاہدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف علم کے تمام رموز سے واقف ہوتا ہے وہ اسرارِ الٰہی کے حقائق اور دقائق کو آشکارا کرتا ہے۔ عارف عشقِ الٰہی میں کھو جاتا ہے

اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے اور جاگتے اُسی کی قدرتِ کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے۔ عارف پر جب حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا متغرق ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوتا عالم ملکوت میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ مقربین پر اس کی نظر پڑتی ہے۔

ہمارے سلسلۂ طریقت کے مورثِ اعلیٰ قطب العالم، بدر الملت والدین فخر العارفین حضرت مولانا عبدالحی صاحب چاٹگامی قدس سرہ العزیز کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب ایم اے اور ڈپٹی صالح احمد صاحب آپ کے یہ دونوں مرید دربارِ عالی کے لیے روانہ ہوئے کشتی میں ڈپٹی مستفیض میاں نے فرمایا حضرت کا تبحرِ علمی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے کونسا علم ہے جس پر گفتگو نہیں فرما سکتے۔ تمام عُلوم اور عُلوم کے دقائق ہمارے حضرت کے سامنے ایسے ہیں جیسے کوئی بہتا ہوا پانی۔ ڈپٹی صالح احمد صاحب نے کہا یہ درست ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ بے شک علومِ قدیمہ خصوصاً علومِ اسلامیہ و دینیہ میں آپ کا تبحر اور تفوق ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے لیکن سائنس جو زمانۂ حال کے عُلوم جدیدہ سے ہے اس کے بارہ میں آج تک کچھ نہیں سنا گیا ڈپٹی مستفیض خانصاحب خاموش ہو گئے۔

جب یہ دونوں انگریزی تعلیم یافتہ جوانانِ صالح حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے صرف ڈپٹی صالح احمد صاحب کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا میاں صالح احمد! آؤ آج کچھ سائنس کی بات چیت کریں (راستہ کی یہ گفتگو صرف ان دونوں صاحبوں تک محدود تھی اور کسی کو اس گفتگو کا علم نہیں تھا) اس کے بعد آپ نے سائنس کے مسائل ہوا اور پانی سے ابتدا کر کے پھر جو سلسلۂ کلام شروع فرمایا تو یورپ کے جدید سائنس کے مہمات و معلومات اور انتہائی مشکل مسائل کو احاطۂ تقریر میں سمیٹ لیا اور سائنس کی معلومات و انکشافاتِ جدیدہ پر ایک ایسی بسیط و جامع و مانع تقریر فرمائی کہ یہ معلوم ہُوا کہ ایک بحرِ مواج ہے جس کی موجیں یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی آرہی ہیں بہت دیر تک یہ سلسلۂ تقریر جاری رہا۔

یہاں تک کہ ظہر کے بعد سے اب نمازِ عصر کا وقت آگیا نمازِ عصر کے لیے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مصلّے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارے قلب میں خیالاتِ علمیہ موج در موج ایسے اُٹھ رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے آؤ اب نمازِ عصر پڑھ لیں اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عارف باللہ کو تمام عُلُومِ دینیہ و دُنیویہ پر کامل قدرت اور دست گاہ حاصل ہوتی ہے۔

صاحبِ جامع الاصول لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہونا اور نماز کو حضورِ قلب اور خشوع و خضوع سے ادا کرنا جس کو حدیثِ جبرائیل میں لفظِ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس میں "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" (یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو ربِ ذُوالجلال کو دیکھ رہا ہے) کی طرف اشارہ ہے بغیر تربیتِ شیخِ کامل کے ممکن نہیں ہے چونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کے طریقۂ معالجہ کی مہارت رکھتا ہے یہ بات صرف امراض کا علم حاصل کر لینے اور کتابوں کے ذخائر پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اولیاء اللہ اپنے پیروکاروں کے قلب و دماغ اور رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں کہ ان کی نظروں سے ماسوی اللہ معدوم ہو جاتا ہے اور وہ ہر لمحہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے اور مشاہدۂ حق میں مشغول رہتے ہیں۔

میری یہ تینوں تقاریر بعنوان تصوف بیعت[1]، شانِ اولیاء[2] اور جوازِ بیعت[3] جن کے مجموعہ کا نام میں نے "عرفانِ حق" رکھا ہے، ان کو پڑھنے، سمجھنے اور غور کرنے سے تصوف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اولیاء کی محبت، عظمت، عُلوِ مرتبت بالخصوص ضرورتِ بیعت کا احساس دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے۔ کھرے اور کھوٹے کا فرق اصلی اور جعلی کا امتیاز، صحیح راہبر و مرشد کی پہچان اور شناخت کا طریقہ اور سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔ نیز ان مضامین کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج گوناگوں مصائب و آلام

اور پریشانیوں میں گھری ہوئی دنیا کے لیے فلاح و نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی اور سنتِ رسول ﷺ کے اتباع کے ساتھ اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں جن کے بارے میں باری تعالیٰ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ عارف رومی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

فیضِ حق اندر کمالِ اولیاء نورِ حق اندر جمالِ اولیاء

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا او نشیند در حضورِ اولیاء

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء

در حقیقت گشتہ دور از خدا

میری یہ تینوں تقاریر اپنے دادا پیر سلطان العارفین برہان الواصلین، سند الکاملین، شمع المقربین، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عرسِ مقدس کی محافل (منعقدہ بمقام چلہ گاہ شریف موضع بہار گڑھ ضلع مظفر نگر یو۔پی (انڈیا) میں ہوئی تھیں۔

اُن محافل میں میرے پیر و مرشد بدر الاماثل، سید الافاضل بحر العلوم ظاہری و باطنی معدنِ کرم، فرید العصر، شمس العارفین، زینت السالکین مرشدی و مولائی حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی **محمد خوشحال** شاہ صاحب مدظلہ العالی۔

اور

میرے سلسلہ طریقت کے عمِ محترم پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین واقفِ رازِ

حقیقت، دانائے سرِ وحدت، آشنائے رموزِ معرفت حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی

بھی

موجود تھے اور ان حضراتِ محترم نے ان تقاریر کو پسند فرمایا اسی بناء پر ان تقاریر کو شائع کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

آخر میں بارگاہِ رب العزۃ میں دست بدعا ہوں کہ باری تعالیٰ مجھ عاصی ہیچ مداں اور جملہ مسلمانوں کو بالعموم اور طالبانِ حق اور تشنگانِ معرفت کو بالخصوص ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

○ احقر العباد (حکیم) سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی عفی عنہٗ

(خلف)

○ استاذ الاطباء مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور

تقریظ

(۱)

حضرت بدرالاماثل، سیدالافاضل، بحرالعلوم ظاہری و باطنی، معدنِ کرم، فریدِ عصر، شمس العارفین زینت السالکین مرشدی، مولائی و آقائی مولانا الحاج خواجہ صوفی محمد خوشحال میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

پلہ گاہ شریف، موضع بہارگڑھ ضلع مظفر نگر۔ یو۔پی۔ انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ونبینا وحبیبنا وشفیعنا ومولانا محمدٍ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ واولیاءِ امتہ اجمعین۔ اما بعد فقد قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم "ویزکیھم"

مندرجہ بالا آیتِ شریفہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کا ایک اہم مقصد منجملہ اور امور کے تزکیۂ نفس بیان کیا گیا ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے جس کو ولایت کہیں یا معرفت یہی تصوف ہے۔ مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے جس کی اساس شریعت ہے اور جس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

اسی نظامِ تزکیۂ نفس واخلاق اور سلوک کے پردہ وہ حضرات ہیں جن کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے اور جن کی ساری زندگی میں کتاب وسنت کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔

یہی وہ باکمال ہستیاں ہیں جن کی شان میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"بلاشبہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم" اور جن کے بارے میں سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِتَّقُوا فِرَاسَةَ المؤمِنِ اِنَّہٗ ینظر بنورِ اللّٰہ" مردِ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہٗ کا مقام کہا گیا ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد کی یہ نورانی و عرفانی تالیف "عرفانِ حق" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں تصوف کے حقائق و معارف ——— اولیاء اللہ کی شان و عظمت ——— اور جوازِ بیعت و ضرورتِ مرشد کو نہایت خوب پیرایہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزۃ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقہ میں مولف کی اس سعی و کوشش کو منظور و مقبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبولِ عوام و خواص فرمائے۔ آمین!

محمد خوشحال

چلہ گاہ ● بہار گڑھ ● منظفر نگر (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"تقریظ"

(۲)

حضرت پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین، واقفِ رازِ حقیقت، دانائے بہر وحدت آشنائے رموزِ معرفت، عمِ محترم رفی الطریقت الحاج خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی قادری سہروردی چشتی نقشبندی ابوالعلائی آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف تحصیل قصور، لاہور پاکستان"

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمدٍ وعلی آلہٖ وصحبہٖ واھلِ بیتہٖ اجمعین ۔

اَمّا بعد، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا اسلام ایک ایسا متحرک فعال اور کشادہ نظر مذہب ہے جس کی بنیاد ارکان خمسہ پر قائم ہے اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ضرور سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے ۔

یہ حدیث پاک ان ارکان میں روحانیت کا تصور پیدا کر کے مومن کو مرکزِ نظر کی وسعت سے روشناس کراتی ہے۔ بزرگان دین نے اس تصور کی تحصیل کے لیے مختلف قسم کے اشغال متعین فرما کر اس راہ کو بہت آسان کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات شیخ کامل سے وابستگی اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے ۔

جس طرح دیگر فنون کے حصول کے لیے لوگ کالجوں اور درسگاہوں میں داخلہ لیکر ان علوم و فنون کے اساتذہ سے باقاعدہ تحصیل علم کرتے اور جد و جہد کرتے ہیں اسی طرح تعلق باللہ قائم کرنے اور مشاہدہ حق کے مرتبہ پر پہنچنا بغیر اہل اللہ کی صحبت و معیت ، ان کی رشد و ہدایت اور ان کے

فرمودہ طریقوں پر عمل کرنے کے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی نے اپنی تالیف "عرفانِ حق" میں تصوف حقیقت اور معرفت کو قرآن و سُنّت کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان و عظمت کے حوالے سے بڑی تفصیل کیساتھ نہایت خوبصورت اور مدلل پیرایہ میں پیش کیا ہے اور آخر میں جوازِ بیعت یعنی کسی ولی کامل کے ساتھ نسبت قائم کرنے اور اس کے دامن سے وابستہ ہونے کی ضرورت اور اہمیت کو کلام پاک، آیاتِ مقدسہ، احادیث صحیحہ اور اقوالِ اولیاء کرام کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کی اس سعی و کاوش کو اپنی بارگاہ میں مشکور اور مقبول فرمائے آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دُعاگو

صُوفی نقیب اللہ شاہ

---

(٣)

پیشِ گفتار

از محقق عصر حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی،

حمد بے حد مر رسولِ پاک را	آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

مخدومی جناب حکیم سید امین الدین احمد شاہ مدظلہ العالی خلف الرشید استاذ الاطباء حضرت مولانا حکیم سید **شہاب الدین احمد** رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ الرشید مسیح الملک حکیم حافظ **محمد اجمل خاں** رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق خدا کی اصلاح و فلاح کی خاطر بہت سی دینی اور روحانی کتب تالیف کی ہیں جو اہلِ علم و دانش میں مقبول ہیں

چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں

(١) اوامر و نواہی
(٢) آدابِ دین
(٣) تذکرہ امام اولیاء حضرت علی ہجویری قدس سرہٗ
(٤) تذکرہ صوفیہ نقشبندیہ
(٥) تذکرہ حضرت منصور حلاج علیہ الرحمۃ وغیرہم

حضرت سید صاحب زید علمہٗ، علمی دنیا کے علاوہ اہلِ صفا کے گروہ میں بھی جانی پہچانی شخصیت ہیں (ماشاءاللہ تعالیٰ)

حضرت سید صاحب قبلہ کے تین مقالات

تصوف کیا ہے ● شانِ اولیاء ● جواز بیعت ہمارے پیش نظر ہیں۔

ادارہ معارفِ نعمانیہ شاد باغ لاہور جو ان روحانی و نورانی تحریروں کو یکجا طور پر چھاپنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس ادارے کے ایک رکن رکین الحاج حافظ جناب محمد فیاض صاحب قادری سلمہٗ نے فرمائش کی ہے کہ زیر نظر مجموعہ موسوم بہ "عرفانِ حق" کے آغاز میں کچھ لکھوں، لیکن حقیقت یہ

ہے کہ جب حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب قادری جہانگیری خوشحالی کا نام نامی و اسم گرامی آجاتا ہے تو کسی تعارف و تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بہرحال ان مقالات کے موضوع کی مناسبت سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان مقالات کی افادیت و اہمیت گزشتہ زمانوں سے آج کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔

صوفیہ کرام رحمہم اللہ انسان نما حیوانوں کی عاداتِ رذیلہ اور خصائلِ ناپسندیدہ کو زائل کر کے انہیں عظمتِ انسانیت اور احترامِ آدمیت کی تلقین فرماتے ہیں۔ جبکہ چرندوں اور پرندوں کے علاوہ درندوں پر بھی رحم کرنے کا درس دیتے ہیں اور ان کی تعلیماتِ مقدسہ سے متاثر ہو کر انسان بندوق سے دست بردار ہو کر حق پرست ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ قوم کو درپیش شرمناک مسائل کا واحد حل تصوف اور تعلیماتِ صوفیہ ہی ہے۔ اس دور میں علماء حق کی طرح صوفیہ صافیہ بھی کمیاب ہو گئے ہیں۔ اس پرفتن زمانے میں اولیاء اللہ کے مقامات و کمالاتِ عالیہ، ان کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے ذکرِ سعید سے بھی راہنمائی اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ ؏

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیبِ لبیب، محسنِ انسانیت، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں فاضل مصنف کو اس روحانی تالیف پر وقت صرف کرنے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ناشرین کو جزائے خیر سے نوازے، نیز قارئین کرام کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور وہ مجسمۂ اخلاق بن کر تاسم حسنات و خیرات نظر آئیں اور اس حقیر پر تقصیر کے گناہ معاف ہوں اور اہل حق کے غلاموں کے ساتھ حشر ہو۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاکِ راہِ دردمنداں محمد موسیٰ عفی عنہ لاہور

داتا کی نگری ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء

تقریظ

(۴)

حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد عبداللطیف صاحب مجددی خطیب جامع مسجد حنفیہ غوثیہ شادباغ لاہور۔

فقیر نے رسالہ "تصوف چیست" اوّل تا آخر دیکھا۔ اپنے موضوع پر مختصر ہونے کے باوجود نہایت نفیس دلائلِ سنیہ سے مزین، اہلِ نظر کی آنکھوں کی ٹھنڈک، غافلین کے لیے تنبیہ، منکر اگر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کرے تو اُمید ہے کہ انکار چھوڑ دے۔

اللہ کریم مخدوم اہلِ سُنت حضرت حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب مدظلہ کی سعی قبول فرمائے۔

(مُحَمَّدْ عبداللطیف مُجَدِّدی)

تصوّف چیست؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"تصوّف چیست؟"

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدائے تعالیٰ کا مقصد جانے؛ جو اپنی مراد کو مرادِ حق کے تابع کردے اور ترکِ دنیا کرکے مقدرات کی موافقت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ فائز المرام ہوجائے تو ایسے شخص پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا اور اس پر سلامتی نازل ہونے لگتی ہے۔"

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف بیان کی ہے۔ "اعتقاداتِ صحیحہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاقِ رذیلہ سے علیحدگی اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو لوازمِ عبودیت کی مشق کرانا ہی تصوف ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ خلقِ حسنہ کا نام تصوف ہے۔

حضرت ابوحفص حداد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن میں آدابِ شرعیہ کے ساتھ قائم

ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح کہ اُن کا اثر ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر پر پہنچ جائے۔

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات کے ساتھ خُلق برتنے کو تصوف کہتے ہیں۔

سید الاولیاء حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق و معاملات کو مہذب بنانے اور اپنے باطن کو شرک و کفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔

لفظ صوفی کے ماخذ کے متعلق بھی اولیاء کرام کے نظریات مختلف ہیں۔ چنانچہ بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی خاطر پاک و صاف ہو" بعض کا قول ہے کہ انہیں صوفی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدائے عزوجل کے حضور میں پہلی صف میں ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اوصاف اُن اہلِ صُفّہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو عہدِ رسالت میں تھے۔

کسی نے اس کو صفا سے مشتق کہا ہے تو کسی نے اس کا تعلق یونانی لفظ سوف سے جوڑا ہے جس کے معنیٰ عرفان کے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اور اس رائے سے ابن خلدون بھی متفق ہیں کہ انہیں صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے چونکہ حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اون کی موٹی کھردری کملی اوڑھتے تھے اس لئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی لباس کو اختیار کیا۔

لفظ صوفی اور تصوف کی اصطلاح کی تاریخ کے متعلق بھی اقوال مختلف ہیں۔ اگرچہ بعض کا قول ہے کہ اسلام میں تصوف ایک نو زائیدہ لفظ ہے اور صوفی کا لقب اہلِ بغداد کی ایجاد ہے مگر علامہ ابو نصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ اس لقب کو اہلِ بغداد کی ایجاد نہیں سمجھتے بلکہ ان کو نہایت قدیم زمانہ میں اس کا سراغ ملتا ہے چنانچہ موصوف اپنی تصنیفِ منیف "کتاب اللمع" میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ نام مشہور رہا تھا جنھوں نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت کا زمانہ مبارک پایا تھا۔ موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ میں نے طواف کے دوران ایک صوفی کو دیکھا اور اس کو کچھ دینا چاہا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک کتاب جس میں اخبارِ

مکہ جمع کیے گئے ہیں محمد بن اسحٰق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے کسی وقت میں مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرتا تھا اُس وقت کسی دور دراز ملک سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا تھا۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور تھا اور اُس کی طرف اہلِ اصلاح منسوب کئے جاتے تھے لیکن جہاں تک تاریخی روایتوں سے ثابت ہے اسلام میں سب سے پہلے ابو ہاشم صوفی کو یہ خطاب ملا جنھوں نے سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کے علاوہ اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا کیونکہ شرفِ صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت کو وہ عظمت اور خصوصیت حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہو اُس کو کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بڑھ کر ہو نہیں دیا جا سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زُہّاد، عُبّاد، متوکلین، فقرا، صوفیا، اہلِ رضا، اہلِ صبر اور اہلِ تواضع کے امام ہیں اور ان کو یہ رتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوا اس لئے زمانۂ باسعادت میں مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے زیادہ افضل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اُس وقت کے افاضل اسی لقب سے موسوم ہوئے اُس کے بعد ان صحابیوں سے صحبت یافتہ حضرات کیلئے تابعین کی اصطلاح وضع ہوئی۔ اور اُن کی صحبت پانیوالے تبع تابعین کہلائے۔

اُس کے بعد جب امت زیادہ پھیلی تو بزرگانِ دین زاہد اور عابد کے نام اور لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقے کو تھا یہاں تک کہ اہلِ بدعت کو بھی تھا۔ اُس وقت اہلِ سنت کے طبقۂ خاص نے جو ذکرِ الٰہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا اپنے لئے اہلِ تصوف کی اصطلاح قائم کی اور صوفی کہلائے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ لیکن بعض نکتہ نظر حضرات زمانۂ باسعادت کے بعد ہونے کی وجہ سے اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبد الماجد دریابادی فرماتے ہیں۔ "اگر تصوف، صوفی اور دوسری اصطلاحات بدعت کے لغوی مفہوم کے لحاظ سے بدعت ہی میں داخل کی جائیں تو پھر تفسیر، اصولِ تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ و کلام تک جو ماشاء اللہ

دفتر کے دفتر موجود ہیں عہدِ رسالت میں یہ کہاں تھے اور سب کو جانے دیجئے براہِ راست سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو لیجئے آج حدیث کے متون ہی کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، پھر ان کی شرحیں ہیں۔ ان کی تسہیل کے لئے مستقل لغات ہیں۔ رجال کا ایک مستقل فن ہے۔ احادیث کے جانچنے پرکھنے، روایت و درایت کے قانون اور ضابطے ہیں سیکڑوں کی تعداد میں مصطلحاتِ فن ہیں ظاہر ہے کہ عہدِ رسالت میں یہ نہ تھی بس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاوہ اور روز مرہ کی گفتگو حدیث تھی اور آپ کا ہر چھوٹا بڑا عمل سنت تو کیا اب کوئی اس بنا پر حضرات محدثین کی ساری کاوشوں اور کوششوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا۔

اسی طرح حضرات فقہا کی ساری موشگافیاں، قیاس و اجماع کی بحثیں استقراء اور استنباط کا طریقہ اجتہاد کے مسائل، عبارت و اشارت اور دلالت النص کی قسمیں اور قسم کی سیکڑوں اصطلاحیں دورِ نبوی میں کہاں تھیں اور کیسے ہو سکتی تھیں تو کیا بخاری مسلم ترمذی امام ابوداؤد کی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، نخعی رحمۃ اللہ علیہ اوزاعی شیبانی اور طحاوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی جانفشانیوں کو بھی ضائع قرار دینے اور بدعت کے حکم میں لانے کی جرأت کرکے شریعت ہی کے ایک بہت بڑے حصے سے انکار کر دیا جائے گا؟ اور تو اور خود قرآن مجید اس مکتوبی شکل میں اعراب و علاماتِ وقف سے مزین پاروں، سورتوں، رکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مدون عہدِ رسالت میں بھی کہاں موجود تھا؟ آگے چل کر مولانا عبدالماجد دریابادی مزید فرماتے ہیں:

غرض یہ کہ جو حال فقہ حدیث تفسیر اور جملہ علوم شرعی ظاہری کا ہے کچھ ایسا ہی حال علوم باطن یعنی سلوک و تصوف کا ہے۔ عہدِ نبوی میں بیشک نہ لفظ تصوف رائج تھا نہ صوفی نہ ذکر و شغل حال و مقام، مکاشفہ اور مراقبہ کی وہ سیکڑوں اصطلاحیں مروج تھیں جن سے کتبِ فن لبریز ہیں لیکن خود مرشد اور شیخ اور بیعت و مسترشد بھی اس اصطلاحی معنی میں خود فنِ حدیث ہی کہاں موجود تھا نہ کوئی کتاب الرجال کے نام سے آشنا تھا نہ جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط سے نہ ضعیف اور موضوع، متواتر اور مشہور، صحیح اور حسن کی اصطلاحیں مقرر ہوئی تھیں۔

لیکن اگر لفظ و اصطلاح کی بحث سے گذر کر نفسِ حقیقت اور اصل معیار پر پہنچنا مقصود ہے

تو جس طرح صحابی رضی اللہ عنہ یا بزمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ اور دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر باش اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے درجۂ ظرف وبساط اور استعداد کے موافق مفسّر، محدّث، فقیہ اور متکلم تھا اسی طرح اور اسی نسبت سے صوفی اور سالک بھی تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مریدین و مسترشدین تھے اور ان سب کے شیخ اور مرشد وہی جو ساری دنیا کے لئے معلّم و مزکّی ذُطہّر ہو کر آئے تھے۔

بہرحال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے لحاظ سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضاءِ الٰہی ہے۔

یہ تو اس دور کی سنت ہے جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اُس غارِ حرا میں تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا تھا وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک تعلیمات کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا اور ایک تناور درخت بن کر صبر و شکر، عزیمت و استقامت، اخلاصِ نیت، حبِّ الٰہی اور اتباعِ سنت کی صورت میں برگ و بار لایا اور اس عظیم الشان درخت کی ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو سکونِ دل اور اطمینانِ قلبی میسر آیا۔

تصوف کے معنی تزکیۂ نفس اور جلائے قلب کے ہیں اور اگر کلام پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوسِ انسانی کا تزکیہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی اس کا مقصد بھی بیان فرمایا۔ "اے رب ہمارے! توان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیۂ نفس کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و غایت بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی۔ "اور جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تمہی میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور

تمہارا تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا ہے "وہ خدا ہے جس نے امیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مقصد اسی چیز کو قرار دیا گیا ہے "فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے"

نیز قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات و فلاح کا انحصار تزکیۂ نفس پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو معصیت میں چھپایا

اسی طرح دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے "اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔

اسی تزکیۂ نفس کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو تمام جسم کی اصلاح ہو گئی اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور خبردار وہ لوتھڑا قلب (دل) ہے"۔

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔

عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ اور احادیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تزکیۂ نفس جو تصوف کی اصل اور روح ہے، یہی تمام دین و شریعت کی غایت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود ہے اور دین میں جو اہمیت اس چیز کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو میسر نہیں، دوسری چیزیں ذرائع اور وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں اور تزکیۂ نفس غایت و مقصد کی حیثیت کی حامل ہے۔

دوسرے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کہیں یا تزکیۂ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے حقائق و دقائق اور اسرار و رموز ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

شیخ سراج رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "کتاب اللمع" میں ظاہری اور باطنی علوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی جب تک اس (علم) کا تعلق زبان و اعضاء سے ہوتا ہے اسے علمِ ظاہر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا نام شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض اور قصاص وغیرہ۔

جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے تو اس کو علمِ باطن کہتے ہیں یا طریقت سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں عبادات و احکام کی بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحات رائج ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت اور عشق وغیرہ اور اس تفریق کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ " وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً " (لقمٰن)

مندرجہ ذیل حدیث شریف سے طریقِ تصوف کی اصل ثابت ہے۔ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام جو بخاری اور مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کتاب الایمان میں منقول ہے جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب قال اخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک
(مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، حدیث اوّل)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم [illegible] کے حضور میں حاضر تھے کہ ناگاہ ایک شخص مسافرانہ شکل میں بڑے سفید کپڑوں والا آیا اور اسلام کی بابت سوال کر کے یہ سوال کیا یا حضرت! احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کیا کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو کم از کم یہ بات ذہن نشین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:۔ شریعت اور طریقت بالکل ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے اور استدلال اور کشف کا ہے یعنی جو بات ظاہری علوم شرعیہ میں بااجمال اور با استدلال ملتی ہے وہی طریقت میں بالتفصیل اور مشاہدہ سے نظر آتی ہے۔ (جلد اول مکتوب ۴۳)

ایک شخص نے خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک یعنی تصوف سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور جو امر عقلی یا نقلی دلیل سے سمجھا جائے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آ جائے"۔ ایک دوسرے مقام پر موصوف نے فرمایا درمیان علماء اور صوفیہ کے اتنا ہی فرق ہے کہ علماء استدلالاً اور علماً جانتے ہیں اور صوفیہ کشفاً اور ذوقاً پالیتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہے جو شخص کلام الٰہی کا حافظ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں چونکہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں فرماتے ہیں "تصوف نام ہے قولاً فعلاً ہر حیثیت سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس پر مداومت سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے لگتا ہے تو حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے"۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق پر

زندہ اور باقی ہو اور مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ رات ہونے تک دن خیریت سے گزر جائے لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہیں ارشاد ہوا کہ "میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی کا ارتکاب نہ ہو"

شریعت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس، سلوک و معرفت کی تعلیم بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تزکیہ نفس کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام فرمایا چنانچہ مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان اس کام کے لئے مخصوص فرمایا گیا اور چند وہ لوگ منتخب کئے گئے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوق بھی تھا اور یہ جماعت درس قرآن کے ساتھ اصلاح باطن میں مصروف رہی۔ جو لوگ قرآن مجید کے مفہوم و معانی کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سمجھ لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب و حقائق سے آگاہ ہو جاتے اور مجاہدات و ریاضت کے مراحل کو طے کر کے تعلیمات اسلامی کا کامل نمونہ بن جاتے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

زمانۂ باسعادت میں چار سو اصحاب صفہ نے فراغت حاصل کی ان میں سے اکثر کی میزبانی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے اور بعض اصحاب ثروت و استطاعت بھی ان کی ضیافت کیا کرتے تھے۔

انہیں اصحاب صفہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام تھا کہ جو امداد ان لوگوں کے لئے آتی اس کی حفاظت اور تقسیم کا انتظام فرماتے۔ اصحاب صفہ کی زندگی عبادت، تعلیم قرآن و حدیث، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت حاصل کرنے کے لئے وقف تھی۔ ان کا سرمایۂ حیات صبر و تحمل، عزت نفس، ریاضت و مجاہدہ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہو جانا تھا۔ اس خوش قسمتی کو کیا کہنا کہ اپنا بہت زیادہ وقت اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں گزارتے تھے۔

امام ابوبکر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ انہیں اصحاب صفہ کے متعلق فرماتے ہیں "یہ لوگ بظاہر اجسام ہیں مگر روحانی ہیں۔ زمین پر ہیں مگر آسمانی ہیں۔ یہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ربانی ہیں۔ خاموش ہیں مگر سب

پکھ دیکھتے ہیں، غائب ہیں، مگر بارگاہِ ربّ العزت میں حاضر ہیں، ان کے باطن صاف ہیں، صاحبِ صفا ہیں، صوفی ہیں، نوری ہیں، برگزیدہ اور مخلوق میں اللہ کی امانت ہیں، یہی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ان کے اہلِ صفہ تھے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے بہترین لوگ۔"

اکثر اہلِ صفہ اون کا لباس پہنتے تھے اس لئے بعض محققین کا خیال ہے کہ صوف کی طرف نسبت سے ان کو صوفیہ کہا گیا۔ پھر جس نے بھی اصحابِ صُفہ کی روش اختیار کی اس کو صوفی کہا جانے لگا۔ تصوف کے علم و عمل کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس سے نفس میں تزکیہ اور قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے اور اخلاقِ عالیہ حمیدہ مثلاً ارادہ و نیت، اخلاص، اُنس، تبلیغ، تفکر، تفویض، تعرّف، تواضع، توحید، توکل، خشوع، خوف اور رجا، رضا، زہد، شکر، شوق، صبر، صدق اور محبت کی حقیقتوں سے آگاہی اور اخلاقِ ذمیمہ رذیلہ مثلاً آفاتِ لسان، کذب، غیبت، اسراف، بخل، بغض، تکبر، حُبِ جاہ، حُبِ دنیا، حرص، حسد، ریا، شہوت، عُجب اور غضب سے نجات حاصل ہوتی ہے اور یہ مقاصد نہ تو صرف تفسیر و حدیث پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ رسمی طور پر اوامر و نواہی کی پابندی سے میسر آ سکتے ہیں۔ یہ مقصد کسی شیخِ کامل کی صحبت اور اس کی رشد و ہدایت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک سالک تمام آدابِ سلوک کا عملی طور پر پابند ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرتا ہے تو شیخِ طریقت کے فیضان سے اس کا دل مزکّی ہوتا ہے اور اسرارِ غیب اُس پر منکشف ہوتے اور زبان حقائقِ غیبیہ کی ترجمانی کرتی ہے۔

صاحب کتاب اللمع لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ۔ مقربون، صادقین، متوکلین، مخلصین، سابقین الی الخیرات، اولیاء، ابرار اور شاہدین سے صوفیہ ہی مراد ہیں، اور اہلِ طریقت کی حقانیت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جناب خضر علیہ السلام سے یوں مستدعی ہونا "هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا" (۶۶) پارہ ۱۵ سورۃ الکہف ترجمہ: کیا میں آپ کی پیروی کروں اس شرط پر کہ آپ اپنے خداداد علم سے مجھے اصلاح و تقویٰ کی تعلیم دیں۔" یہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھا لہٰذا جس طرح علمِ شریعت کا حاصل کرنا فرض ہے اسی طرح علمِ حقیقت و معرفت کا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

صوفیا، اولیاء اللہ، ابدال و اقطاب کا وجود موجبِ برکات اور وسیلۂ نجات از عذاب ہوتا

منہ یہ والی حدیث پاک سے ثابت ہے ۔

عن شریح بن عبید رضی اللہ عنہ قال ذکر اھل الشام عند علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقیل العنھم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلاً کلما مات رجلٌ ابدل اللہ مکانہ رجلاً یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب (رواہ احمد و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۸۲)

(ترجمہ) حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا ۔ کسی نے کہا اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت فرمائیے ۔ فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ۔ فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیا اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہے جب کوئی شخص ان میں سے وفات پا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیا جاتا ہے ۔ فرمایا ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور اُن کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور اُن کی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹ جاتا ہے ۔

اس حدیث شریف کی تفصیل و توضیح میں مطلع انوار ، منبع اسرار ، ترجمان حقیقت ، جامع شریعت و طریقت ، سرور جمیع اقطاب ، مرجع ذوی الالباب حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک ہستیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملک کے والی بنائے گئے ہیں اور اُن کو اپنے افعالِ قدرت کا مظہر بنایا ہے اور انواع و اقسام کی کرامتیں اُن کی ذات کے ساتھ مخصوص کی ہیں اور آفاتِ طبع و ہوٰی سے اُن کو پاک کر دیا ہے اور نفس کی پیروی سے انہیں آزاد کر دیا ہے ۔ ان کی ہمت اور ارادے سوائے معیتِ قربِ الٰہی کے ظہور میں نہیں آتے ۔ اور اُن کے انس و محبت کا رابطہ سوائے اُس فنائِ مطلق کے کسی کے ساتھ نہیں ۔

وہ قراءتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ ایسے مجرد ہیں کہ متابعتِ نفس کی راہ ان پر

مسدود ہے حتیٰ کہ بارانِ رحمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے وہ ان کے دم قدم کے صدقہ سے ہے اور زمین سے جو سبزہ اُگ رہا ہے وہ ان کی صفائے حال کی برکت سے اُگ رہا ہے اور کافر پہ مومن کا غلبہ انہیں کی ہمت سے حاصل ہے۔

اور اس قسم کے اولیاء کرام چار ہزار کی تعداد میں لوگوں سے مختوم و مخفی ہیں اور ایسے مخفی ہیں کہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور خود وہ اپنے جمال و حال سے بے خبر ہیں اور اپنے تمام احوال میں اپنے سے اور مخلوق سے مستور ہیں اور اس دعوے کے ثبوت میں احادیث بھی وارد ہیں اور اب سے قیامت تک رہیں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمتِ مرحومہ کو یہ شرف عطا فرمایا ہے اور اس امت کی شرافت کو تمام امتوں پر فائق کرکے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں شریعت مطہرۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی رکھوں گا۔

تو جب براہینِ حدیث اور عقلی حجتیں آج تک موجود ہیں اور علماء میں وہ عام طور پر شائع ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ براہینِ عین بھی موجود ہوں جو اولیاء کرام ہیں اور خاصانِ بارگاہ میں مخصوص ہوتے ہیں

لیکن ان چار ہزار اولیاء کرام میں جو اربابِ حل و عقد ہیں وہ تین سو نفوسِ قدسی ہیں جنہیں اصطلاحِ تصوف میں اخیار کہتے ہیں اور چالیس ہستیاں ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں اور سات وہ ہیں جنہیں ابرار کہتے ہیں چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں تین وہ ہیں جنہیں نقیب کہتے ہیں، ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے اور اسے غوث بھی کہتے ہیں اور یہ تمام ایک دوسرے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات و امورِ تصرف میں ایک دوسرے کے اذن و اجازت کے محتاج ہیں اور اس پر احادیث ناطق ہیں اور اربابِ حقیقت اِس بات کی صحت پر متفق ہیں۔

(کشف المحجوب چودھواں باب بعنوان اثباتِ ولایت صفحہ ۲۹۰ مطبع اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ - این - سمن آباد لاہور)

(مترجم مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

قیومِ اول حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا ہے اولیاء اللہ

کے منصب یہ ہیں۔

اول قطب الاقطاب۔ دوسرے درجہ پر فرد۔ تیسرے درجہ پر غوث اور پھر قطب مدار لیکن غوث اور قطب مدار کو ایک ہی جانتے ہیں۔ چار اوتاد ہیں چالیس ابدال۔ انکے بعد نجبا۔ نقبا۔ شرفا اور رجال الغیب کا درجہ ہے

(روضۃ القیومیہ مؤلفہ حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی صفحہ نمبر ۹۰ مکتبہ نبویہ۔ لاہور)

اس کے علاوہ ازیں مندرجہ ذیل حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں یعنی اولیاء اللہ کی شان و عظمت، اُن کی رفعت و علوِ مرتبت بڑے واضح طور پر بیان فرمائی ہے فرمایا میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اس طرح بندہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا ہے۔ اسی کے نورِ بصر سے دیکھتا ہے۔ اُسی کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے اور مظہرِ نورِ حق ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتِ نوری کا پرتو اور مظہر ہو کر کمالِ بندگی کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے بندہ اپنی انانیت کو اپنے رب کی بارگاہ میں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنا کر دیتا ہے اور صفاتِ الٰہیہ سے منور ہو کر مظہرِ صفات ہو جاتا ہے۔

باقی تصرفاتِ تکوینیہ اور کراماتِ اولیاء قرآن مجید میں مندرجہ ذیل واقعہ تختِ بلقیسؓ میں

مذکور ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝
(پ ۱۹ سورۃ نمل)

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کا تخت سونے کا بنا ہوا تھا اس کے پائے جواہرات کے تھے اور تیس مربع گز لمبا اور چوڑا تھا اور اس قدر اس کی اونچائی تھی۔ اور یمن سے اس جگہ تک کی مسافت جہاں تخت رکھا ہوا تھا سوا سو میل سے زیادہ تھی۔

سیدنا و مرشدنا حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف مبارک غنیۃ الطالبین میں اس واقعہ کی تشریح تفسیر اور تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے (غنیۃ الطالبین مترجمہ صفحہ ۴۹۲ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل ملک کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ تمہاری جماعت میں کون ایسا شخص ہے؟ جو بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ مع اپنی جماعت کے میرے پاس آکر داخل اسلام ہو جائے لے آئے کیونکہ صلح کے بعد مجھکو اس کا تخت لینا حلال نہیں ہے۔ ایک خبیث جن نے جس کا نام عمرو اور وہ دوسرے جنوں سے زیادہ سخت تھا عرض کیا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام عدل و انصاف سے اٹھیں اور معمولاً یہ وقت دوپہر تک ہوتا تھا اور کہا کہ میں اس تخت کو لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں یعنی اس تخت کو مع جواہرات کے جو اس میں جڑے ہوئے ہیں باحتیاط اور بغیر خیانت کے اسی طرح آپ کے پاس پہنچا دوں گا اور کہا کہ مجھ میں یہ طاقت ہے کہ جہاں تک میری نظر کام کر سکتی ہے وہاں تک میرا ایک قدم پہنچتا ہے پس میں تخت کو آپ کے پاس لے آتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے بھی تیز اور جلد باز شخص میں تخت کے لانے کے واسطے چاہتا ہوں۔ یہ ایک دوسرے شخص نے جو اسم اعظم جانتا تھا اور اسم اعظم خداوند تعالیٰ کے یہ دو

نام ہیں یا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ، عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اور پھر قصد کرتا ہوں اور خدا کی کتاب میں دیکھتا ہوں پس میں اس تخت کو قبل اس کے آپ کے پاس لے آؤں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف پھرے۔ اور اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شمعیا تھا اور اس کی ماں کا نام باطورا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی قوم سے ہے اور وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ اور وہ جو اس نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو کامیاب ہو جائیگا۔

آصف کھڑا ہوا، وضو کیا۔ سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کر دعا مانگتا تھا اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہتا جاتا تھا۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نام جس کو پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور جس کے وسیلے سے مراد حاصل ہوتی ہے یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ہے۔

راوی کہتا ہے کہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے پوشیدہ ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نزدیک ظاہر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے پاؤں بڑی کرسی پر سے نہ رکھا کرتے تھے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون سے پیشتر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا نامہ بلقیس کو لکھا اور ہُدہُد کو دیا اور فرمایا کہ یہ نامہ بلقیس کو دو اور کہہ دو کہ ہم ایسے جرار لشکر سے ان پر چڑھائی کریں گے کہ وہ ہرگز ہم سے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ رکھیں گے اور ان کو ان کے شہر سے نکال دیں گے اور ان کو ذلیل و خوار کریں گے اور وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے جب ہُدہُد نے دوسری مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نامہ بلقیس کو پہنچایا اس نے پڑھا اور قاصد بھی واپس آئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جواب دیا تھا وہ بھی عرض کیا۔ بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ معاملہ سنگین ہے اس کی مخالفت کرنا اچھا نہیں اور ہم اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اسکے بعد بلقیس اپنے تخت کی طرف آئی اور اپنے تخت کو سات گھروں کے پیچھے چھپوا دیا اور اس کی نگہبانی کے لئے پاسبان مقرر کئے۔

اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔

آگے چل کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (غنیۃ الطالبین صفحہ نمبر ۷۹۱)۔

"حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے پوچھا کہ تمہارا تخت ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ۔ کہا ہے۔ بلقیس نے اس کی طرف دیکھا کچھ پہچانتی کچھ نہ پہچانتی اور اپنے دل میں سوچتی کہ یہ وہ تخت یہاں کہاں سے آگیا وہ تو سات کمروں کے عقب میں پوشیدہ ہے۔

اور نگہبان و پاسبان اس پر متعین ہیں آخر کار اس نے پہچان لیا اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخت وہی ہے"

اس واقعہ کو بیان کرنے کا اور وہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح و تفسیر کی روشنی میں مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولی کو اتنی طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ تخت جو اس قدر حفاظت اور پہروں میں رکھا گیا تھا آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پلک جھپکنے سے پہلے لاکر پیش کر دیا۔

یہ تو واقعہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیاء کرام کا اور سید الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سرتاج پیغمبراں ہیں منبع ولایت اور سرچشمہ معرفت ہیں ان کی امت کے اولیاء کا کیا مرتبہ اور مقام ہوگا۔

تصوف اور معرفت ایسا بحر ذخار اور بے پایاں سمندر ہے جس کا کوئی حد حساب نہیں ہے اگر دفتر کے دفتر اس موضوع پر لکھے جائیں تو بھی یہ مضمون تشنۂ تکمیل رہے گا بس مختصر یہ ہے کہ اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے اور اوامر و نواہی کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ماسوی اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے

از طاعتِ الٰہی دیدم جمالِ احمد ﷺ

وز حبِ مصطفائی دریافتم خدا را

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

مُرتّبہ

حکیم سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی

مؤلف

تذکرہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ○ تذکرہ صوفیہ نقشبند رحمہم اللہ ○ تذکرہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۹ شاد باغ لاہور

خطاطی محمد نعیم بھٹہ لاہور

اولیاء اللہ

کی شان و عظمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اولیاء اللہ کی شان و عظمت

اولیاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی عظمت و رفعت اور اُن کی شان و شوکت خود خداوند قدوس جل و علیٰ نے اپنے کلامِ مقدس میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ترجمہ:۔ سُن لو! بیشک اللہ کریم کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ غم یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقی ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات بدل نہیں سکتے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں اس کو قرآن مجید میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے۔ مثلاً اَلَآ اور اِنَّ ہے۔ جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے یہ مضمون بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے چونکہ کوئی فرقہ اولیاء اللہ کی ذات کا منکر ہے۔ کوئی اُن کی صفاتِ عالیہ کا۔ کوئی اُن کی کرامات کا اور کوئی اُن کے فیوض و برکات کا تو کوئی ان کے علوم کا انکاری ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اَلَآ اور اِنَّ دوہری تاکید سے شروع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس نورانی اور روحانی جماعت کو اولیاء اللہ کے پیارے لقب سے

نوازتا ہے اور پھر اسی مقدس جماعت کو کبھی صالحین کا خطاب دیتا ہے کبھی متقین کا کہیں مخلصین کا اور کہیں عباد الرحمٰن کا اور کہیں حزب اللہ کا لقب عطا فرماتا ہے جیسا کہ مختلف مقامات پر فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ — وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

قرآن پاک میں جا بجا ان خطابات سے اولیاء اللہ کا یہی گروہ مراد ہے اور سورۃ انفال آیت ۳۴ میں بالکل واضح طور پر فرما دیا ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی متقین ہی اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں۔

اب اس گروہ کی شان و عظمت باری تعالیٰ پارہ ۲۵ سورۃ زخرف میں یوں بیان فرماتا ہے اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ یعنی قیامت کے دن میدان حشر کی ہیبت و ہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی، جب کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ باپ اپنے بیٹے سے، بیٹا اپنے باپ سے بھاگ جائے گا۔ بھائی کو بھائی جواب دے دے گا، اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو بھی اولیاء اللہ اور متقین قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن کر بے چاروں کا چارہ بن کر دکھیوں کے دستگیر بن کر گنہگاروں کی شفاعت، بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ مشمولہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب خداوند تعالےٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ فرما دے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشت پر مہریں لگا دی جائیں گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ چنانچہ جنتی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخی حسرت و یاس کے دریا اور شرمندگی اور رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے اور پھر جب اولیاء

اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر دوزخیوں کی مہر لگی ہوگی دوڑ کر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑ لے گا اور عرض کرے گا۔ اَمَا تَعْرِفُنِیْ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے اور پھر خود ہی کہے گا۔ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً یعنی میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وَضُوْءًا اور کوئی کسی ولی سے کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ یعنی وہ اللہ کے ولی دوزخیوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اولیاء کرام کی شفاعت اور مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ کا غضب، رحمت میں تبدیل ہو جائے گا۔ ان کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ ان کے دکھ دور ہو جائینگے ان کی بگڑی بن جائے گی نیز اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اولیاء اللہ کے ساتھ کی گئی تھوڑی سی خدمت بھی ضائع نہیں جائے گی ایک نے پانی پلایا تھا اور دوسرے نے صرف وضو کرایا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی) ـ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر وہ توبہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے چلا اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں اور اگر اب میں توبہ کروں تو کیا خداوند تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا؟ اس نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا اور حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں ثُمَّ سَاَلَ اَعْلَمَ اَھْلِ الْاَرْضِ یعنی اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا فَانْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ کَذَا وَکَذَا فَاِنَّ بِھَا اُنَاسًا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ یعنی فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یعنی اولیاء اللہ رہتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں اسکا انتقال ہو گیا۔ فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ یعنی رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ عذاب کے

فرشتے کہتے تھے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اس لیے یہ جہنمی ہے اور رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اب یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا تھا اس لیے جنتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے لے کر جہاں اس نے جانا تھا وہاں تک کا فاصلہ ناپ لو اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جنتی ہے اور اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ یعنی خداوند تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمٹ جا پس وہ زمین آگے سے سمٹ گئی اور فاصلہ کم ہو گیا یا وہ بستی قریب ہو گئی فَغُفِرَ لَہٗ پس خدا کی رحمت اور بخشش کا دریا جوش میں آ گیا اور سو انسانوں کے اس قاتل کو بخش دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک سو انسانوں کا قاتل ابھی اللہ کریم کے دوستوں کے پاس پہنچا بھی نہیں تھا بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل گنہگار کو بخش دیا صرف اس لیے کہ توبہ کرنے میرے دوستوں کی طرف جا رہا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو محبوب رکھتا ہے ان سے محبت کرتا ہے اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی یہ اولیاء اللہ متقین ہی ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے محبت کرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اِنَّ اللّٰہَ اِذَآ اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَآئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَآئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ یعنی اللہ کریم جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو

جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا پھر جبرائیل علیہ السلام بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں بعدازاں آسمانوں میں منادی کرادی جاتی ہے کہ اے آسمان والو! خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمانوں کے تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے مقبول اور محبوب بندہ کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے آستانوں پر مخلوقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے ان کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بادشاہانِ وقت کاسۂ گدائی لیئے پھرتے ہیں اور اُن کی چوکھٹوں پر تاجداروں کی جبینِ نیاز جھکتی ہے اور اُن کے چشمۂ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لیئے تشنگانِ معرفت کا ہجوم رہتا ہے اور اُن کے میخانۂ عرفان سے شرابِ عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور اُن کے چراغِ رشد و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ کے متلاشی پروانوں کا اژدہام رہتا ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت اور جلال و جمال روزِ محشر دیدنی ہوگا۔ عن عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ تعالیٰ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس وقرأ ھذہ الآیۃ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ترجمہ :- حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہدا ہیں لیکن بارگاہِ خداوندی میں قیامت کے روز ان کے مقام و

عظمت کو دیکھ کر لوگ اُن پر رشک کریں گے۔ دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم کو خبر دیجئے وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو رشتوں اور مالی لین دین کے بغیر محض رضائے الٰہی کے لیے آپس میں محبت رکھیں گے فرمایا خدا کی قسم اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو وہ غمزدہ نہیں ہوں گے اس کے بعد آپ نے یہ آیۂ مقدسہ تلاوت فرمائی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت و نورانیت کے تختوں پر جلوہ افروز ہونے کا نقشہ اس حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے۔

مزید براں ان اولیاء اللہ کے تصرفات و اختیارات اور قدرت و طاقت کی وجہ احادیث پاک کی روشنی میں بطور دلیل کے بیان کی جا رہی ہے حدیث قدسی ہے ارشاد ہوتا ہے مَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ ترجمہ: جب بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی قوتِ سامعہ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

اب اندازہ فرمایئے کہ جب بندہ خدائی صفات کا مظہر ہو جائے اور جس کے ہاتھ پاؤں، آنکھ اور کان کو خدائی قدرت مل جائے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اس کی قوت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا چونکہ خدائی قدرت و طاقت کی کوئی انتہا ہے ہی نہیں۔ اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدائی آنکھ سے دیکھنا ہے تو پھر اس کے دیکھنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ اپنے مصلے پر بیٹھ کر ساری

کائنات کو دیکھ سکتا ہے اسی لیے تو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

(یعنی لوحِ محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہوتی ہے۔)

اور مردِ کامل جب خدا کے کانوں سے سنتا ہے تو پھر اس کے سننے کی بھی کوئی حد نہیں ہو گی وہ اپنے حجرے میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کی آوازیں سن سکتا ہے اور اپنے مریدوں کی فریادیں سن سکتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ اور جب اس کا ہاتھ خدائی صفات کا مظہر ہو گا تو پھر اس کی دستگیری بھی خدا کی دستگیری ہو گی چونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں علامہ اقبال کہتے ہیں:- ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں، کار کشا و کارساز

اور مندرجہ بالا حدیث شریف کی روشنی میں اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدائی بولنا ہو گا جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں:- ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَی الْمَقَامِ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰہُ کُنْتُ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَّہٗ سَمِعَ قَرِیْبًا وَّاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّہْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ (تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جزو ۲۱ صفحہ ۹۱)

ترجمہ:- جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا

ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میں اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ کے جمال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے برابر دیکھتا ہے اور جب یہی اللہ تعالیٰ کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی اور تری میں قریب و بعید میں یکساں طور پر تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْکَمَالُ الْمُطْلَقُ عِبَارَۃٌ مِنْ مَقَامٍ وَلِیٍّ فِیْہِ یُعْطِی الْکَامِلُ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ حَقَّھَا بِالتَّمَامِ وَالْکَمَالِ فَیَتَّصِفُ بِسَائِرِ صِفَاتِ الرُّبُوْبِیَّتِ وَبِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْعُبُوْدِیَّۃِ فِیْ آنٍ وَّاحِدٍ (انفاس العارفین فارسی صفحہ ۱۵)

ترجمہ:۔ کمالِ مطلق کو ولی اللہ کے اس مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں ولی کامل کو تمام اشیاء کی حقیقت سے کامل طور پر آگہی دی جاتی ہے پس وہ ولی اللہ ایک ہی وقت میں رُبوبیت و عبُودیت کی تمام صفات سے متصف ہوتا ہے۔

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح الغیب مقالہ نمبر۱۶ بعنوان منزلِ توکل صفحہ نمبر۵۳ میں فرماتے ہیں اس مقام پر پہنچ کر تمہیں تکوینی نظام یعنی کائنات کا نظم و نسق سونپ دیا جائے گا اور تم خدا کے لیے واضح اور صریح حکم اور روشن دلیلوں کے ذریعہ جیسے سورج روشن ہوتا ہے کائنات کا نظم و نسق چلا سکو گے اور لذیذ شے سے زیادہ لذیذ کلام اور ایسے صادق الہام سے جس میں کسی قسم کا التباس نہ ہو اور جو مقتضائے قلبی اور وساوس شیطانی سے مبرّا ہو تمہیں نواز دیا جائے گا جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے اولادِ آدم میں ہی وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے لہٰذا جب تم خدا کی اطاعت کرتے رہو گے تو تمہیں ایسا بنا دیا جائے گا کہ جب تم کسی شے

... ہو گیا تو وہ ہو جائے گی بلاشبہ ثابت ہے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ بھی
... باب ... فتوح الغیب اردو مصنفہ غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
(مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی ملے)

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے صرف فضائل اور ان کی شان و عظمت بیان فرمانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اولیاء اللہ کا دامن تھامنے اور ان سے وابستہ ہو جانے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۔ ترجمہ:۔ اپنی جان کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح و شام اس کی رضا کے لیے اپنے رب کو پکارتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔ (پارہ ۱۵ سورہ کہف)

اس آیہ کریمہ میں اللہ والوں کے ساتھ وابستہ اور پیوست رہنے کا حکم ہے یعنی ان کے ساتھ اپنی جانوں کو لگائے رکھو ان سے چمٹے رہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن ہیں یہ قرآن کی نص ہے کہ اللہ والوں کے ہو جاؤ چونکہ جو اللہ والوں کا ہو جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔ آگے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ہمیشہ اپنی نگاہوں کو ان کی طرف جمائے رکھو۔ ان کی طرف سے اپنی نظروں کو نہ ہٹاؤ ان کا دیدار کرتے رہو گویا ان کو اپنے تن من میں بسا لو اور ان کے تصور میں ڈوب جاؤ یعنی فنافی الشیخ ہو جاؤ۔

اب میں آخر میں شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ جہانگیریہ ابوالعلائیہ کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں ؎

عشق دے مرشد کا مجھ کو یا الٰہ العالمین
انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

خاکپائے مرشد

احقر الانام الحکیم السید امین الدین احمد خوشحالی عفی عنہ

بیعتِ مُرشد کا جواز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیعتِ مرشد کا جواز

بیعتِ مرشد کا جواز قرآن و حدیث اور ائمۂ تصوف کے اقوال کی روشنی میں

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ
سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۵) (پ ۶ سورۃ مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں کہ یہاں وسیلے سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اسی طرح مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی تصنیف "امامت" میں لکھا ہے "مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد" وسیلے سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل ہو۔ صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بزرگانِ دین بھی خدا کے قرب کا وسیلہ ہیں۔" اسی طرح صاحب تفسیر معالم لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت اور اعمال صالح اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ

فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ (پارہ ۲۶ سورۃ فتح) تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں خداوند تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو شخص اس اقرار اور قول کو توڑے گا تو اس کا وبال اس کی جان پر ہوگا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت مقدسہ میں دلیل ہے کہ بیعت امرِ مشروع ہے اور یہ امر مشہور، متواتر اور با جماعِ امت ثابت ہے کہ بیعت امرِ شرعی ہے۔ گویا یہ آیت بیعت کے بارہ میں نصِ قطعی ہے۔

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (پ ۲۶ سورۃ فتح)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوگیا۔ جس وقت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

بیعت اس قدر اہم اور ضروری موضوع ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورۃ بنی اسرائیل) یعنی جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنا لینا چاہیئے شریعت میں تقلید کرکے اور طریقت میں بیعت کرکے۔ تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر کوئی صالح امام رہبر و مرشد نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید اور بیعت مریدی سب کا ثبوت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس کو کسی مرشدِ کامل سے بیعت کرکے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے زمرہ میں شامل ہوکر شرفِ نسبت نصیب ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت اور صحبت نہایت محبوب اور مطلوب ہے اس لیے انبیا علیہم السلام نے بھی مولیٰ کریم سے معیتِ صالحین کی دعائیں مانگی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی: تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

عورتوں کی بیعت کا قرآن پاک سے ثبوت

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ پارہ ۲۸

ترجمہ: یا نبی کریم صلی اللہ علیک وسلم جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس غرض سے حاضر ہوں کہ وہ آپ سے اِن باتوں پر عمل کرنے کے لیے بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی۔ چوری اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی نہ کوئی بہتان باندھیں گی نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ اُن کو بیعت کر لیجئے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہے۔

صاحبِ تفسیر مواہب الرحمٰن اس آیت پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ صفا پر جلوہ افروز تھے اور جو عورتیں اسلام قبول کرنے

اور بیعت کے لیے حاضر ہوتیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی نیابت میں کوہِ صفا کے نیچے آپ کے حکم کے مطابق بیعت فرماتے تھے یعنی اُن عورتوں سے بیعت لیتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ پیرانِ عظام کا بیعت لینے کے لیے خلیفے بنانا اور ان کی اپنی نیابت میں بیعت لینے کی اجازت دینا جائز ہے جیسا کہ حضور پُر نور سید عالم ﷺ نے اپنے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے بیعت لینے کے لیے خلیفہ بنایا۔

احادیثِ پاک سے بیعت کا ثبوت

بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا۔

- بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ ترجمہ:۔ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ چوری اور زنا نہ کرنا اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور اپنی طرف سے بنا کر کسی پر بہتان نہ باندھنا۔ اور کسی اچھی بات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرنا۔

بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہوا اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْ عُسْرِنَا وَیُسْرِنَا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلا کر بیعت فرمایا اور اقرار کرایا کہ ہم بیعت کی ہم نے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر رنج خوشی میں، رنج، تنگی اور فراخی میں۔

ابن ماجہ شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فقرائے مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی عَلٰی اَنْ لَّا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا وَکَانَ اَحَدُهُمْ یَسْقُطُ سَوْطُهٗ فَیَنْزِلُ عَنْ فَرَسِهٖ فَیَاْخُذُهٗ وَلَا یَسْئَلُ اَحَدًا یعنی لوگوں سے

کسی چیز کا سوال نہ کرنا تو ان لوگوں نے اِس اقرار کی اس حد تک پابندی کی کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا بھی گر جاتا تو گھوڑے سے اتر کر خود کوڑا اٹھاتے اور کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ غزوۂ خندق کے دن حضور علیہ السلام نے تمام مہاجرین و انصار کے لیے دعائے مغفرت فرمائی تو ہم سب نے عرض کیا۔

" نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا " ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دستِ حق پرست پر اس قول پر بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ ہیں گے اسلام پر قائم رہیں گے اور اس وقت تمام مہاجرین و انصار حاضر تھے ایک بھی خادم و جاں نثار غیر حاضر نہیں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ كَانُوْا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً اَلَّذِیْنَ بَایَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ یعنی ہم پندرہ سو آدمیوں نے حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

بيعة الطريقة

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ :- جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں" میں نے بیعت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اقامۃ الصّلوٰۃ، ایتاء الزکوٰۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی پر۔"

(بخاری شریف۔ باب البیعۃ علیٰ اقامۃ الصلوٰۃ صفحہ ۵۔ مطبوعہ کراچی)

عورتوں کی بیعت کا حدیث شریف سے ثبوت

بخاری شریف میں حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے بیعت کے وقت یہ عہد بھی لیا" اَنْ لَا نَنُوْحَ "یعنی ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ، ۴۵۷ عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مُبارک پر بیعت کی۔

ابوداؤد شریف میں اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے ایک مکان میں انصار کی عورتوں کو جمع کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان سے بیعت لینے کے لیے بھیجا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے بیعت لی اور ان مستورات نے دور سے ہی اپنے ہاتھوں کے اشارہ سے قبولیتِ بیعت کا اظہار کیا۔

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیعت کا ثبوت اور جواز

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر یکے بعد دیگرے بیعت کی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشاورت کے بعد جب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کے وقت کہا" اُبَایِعُكَ عَلٰی سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّتِ رَسُوْلِهٖ

وَالْخُلَفَاءِ مِنْ بَعْدِیْ، یعنی میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بیعت سنّتِ مطہرہ ہے اور سنت کے مطابق عمل پیرا ہونے کے بارہ میں آپ نے فرمایا مَنْ اَخَذَ بِسُنَّتِیْ فَهُوَ مِنِّیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ یعنی جو میری سنت پر عمل کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اقوالِ صالحین سے بیعت کا ثبوت

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں مَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُہُ الشَّیْطَانُ۔ جس شخص کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر اور امام شیطان ہے۔

حضرت شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول الجمیل صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں اِنَّ الْبَیْعَۃَ سُنَّۃٌ " یعنی بیعت سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۹۰ میں فرماتے ہیں جو مرید اپنی عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے تو مرشد اور بیعت کے واسطے سے اس کا انعقاد سرچشمۂ نبوت ورسالت سرورِ دوجہاں فخرِ کون ومکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	او نشیند در حضورِ اولیاء
پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الٰہ	یعنی دید پیر دید کبریا

امام اربابِ طریقت، پیشوائے اہلِ حقیقت، حاملِ رموزِ معرفت سیدنا حضرت
علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کامل وہ عالی مقام ہستی ہے کہ حضور پُر نور، رحمتِ عالم احمدِ مجتبیٰ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اور وہ ایک لمحہ
کے لیے بھی مشاہدہ حق سے غافل نہیں ہوتا۔"

اس مضمون میں سب سے پہلی آیۂ مقدسہ میں قابلِ غور یہ امر ہے کہ قرآن پاک اپنے واضح الفاظ
میں ایسے سعادت مند انسانوں کو وسیلہ کی تلاش کا حکم دیتا ہے جو دولتِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں اور
تصدیقِ قلبی کے ساتھ ساتھ احکامِ خداوندی کی پوری طرح بجا آوری سے اپنے ایماندار ہونے کا عملی ثبوت
پیش کر چکے ہیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اس آیۂ مبترکہ میں اوّلین خطاب اور روئے سخن خیر القرون
کے اُن محترم صحابہ کرام کی طرف ہے جن کا شمار اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے اور جن کے
عُلوِ مرتبت اور رفعتِ شان کا یہ عالم ہے کہ خود خداوند تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے
"لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پ ۹) "ان کے لیے اپنے رب
کے پاس بڑے درجے ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔" اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ مولیٰ کریم سے
راضی ہوئے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ ایسے برگزیدہ حضرات کو ایمان میں استحکام و مضبوطی اور عالی درجات و
مراتب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔"

اس کے بعد حدیث پاک کے الفاظ بَايِعُوْنِيْ یعنی تم سب میرے ہاتھ پر بیعت کرو کے واضح الفاظ
میں بیعت تو، بیعتِ ثابت کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور صحابہ کرام اور صحابیات
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا لبیک کہنا خوابیدہ لوگوں کی چشمِ بصیرت کو وا کرنے اور صراطِ مستقیم سے روگردانی
کرنے والوں کو متنبہ کرنے کے لیے کافی ثبوت ہے۔

اب حضرت قطب الاقطاب، غوث الاغواث، فرد الافراد، شہباز لامکانی، محبوب سبحانی حضرت
میراں محی الدین پیران پیر دستگیر الشیخ السید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

فَلَا بُدَّ لِکُلِّ مُرِیْدٍ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ شَیْخٍ علی مَا بَیَّنَّا۔

ترجمہ :۔ پس ہر مرید کے لیے پیر لازم ہے اللہ عز و جل کی رضا کے لیے نیز فرمایا پس مرید پیر پکڑنے کے لیے مجبور ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۹۱ مطبع نول کشور لاہور)

اور آپ کے اس ارشاد کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے "عن عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یداً من طاعۃ لقی اللہ یوم القیامۃ ولا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔

ترجمہ :۔ جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہوگی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم شریف نمبر ۳۵۰۰ صفحہ ۱۹۲ جلد دوم مطبع فرید بک اسٹال ۴۰ م اُردو بازار لاہور ۲)

خلاصہ یہ ہے کہ بیعت مرشد ایک مشروع عمل ہے اور یہ امر مشہور، متواتر، اور باجماع امت ثابت ہے۔ اور مذکورہ بالا آیات قرآنی، احادیث مقدسہ، خلفاء راشدین المہدیین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بیعت کے بارہ میں نصوص قطعی کا حکم رکھتے ہیں اور یہ مسلہ اور ثابت من السنہ عمل کا ترک کرنا اہل ایمان کے لیے یقیناً موجب حرمان اور باعث خسران ہے۔

منجانب

احقر العباد حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی عفی عنہٗ
۲۳۹ شادباغ، لاہور

تین سوالوں کا ایک جواب

ایک مجذوب شہر سے باہر بیٹھا تھا کہ وہاں سے ایک ملحد (منکرِ خدا) کا گزر ہوا۔ ملحد نے مجذوب سے کہا: سائیں بابا! ایک مسئلہ تو بتاؤ۔

مجذوب بولا: ایک نہیں کئی پوچھو۔

ملحد نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ خدا جب نظر نہیں آتا تو بن دیکھے اس کا اقرار کیوں کرتے ہو؟

دوسرے یہ کہ شیطان بھی جب آگ سے بنا ہے تو اگر اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا گیا تو اسے کیا تکلیف ہوگی؟

تیسرے یہ کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے تو پھر بندہ کیوں مجرم ہے؟

مجذوب چپکے سے ایک ڈھیلا اٹھایا اور زور سے ملحد کے سر پر مار دیا۔

ملحد چلاتا ہوا سیدھا عدالت میں گیا اور مجذوب کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ مجذوب صاحب عدالت میں بلائے گئے۔

جج نے دریافت کیا "سائیں بابا! تم نے اس مسٹر کو ڈھیلا کیوں مارا؟"

مجذوب نے کہا "میں نے اس کے تین سوالوں کا ایک ہی جواب دیا ہے۔"

جج نے پوچھا: وہ کیسے؟

مجذوب بولا: "وہ ایسے کہ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کو بن دیکھے اقرار کیوں کرتے ہو۔ تو آپ اس سے پوچھئے کہ ڈھیلا لگنے سے جو اسے درد ہو رہا ہے کیا وہ اسے دکھائی دیتا ہے؟"

ملحد نے کہا: درد نظر نہیں آتا مگر محسوس ہو رہا ہے۔

مجذوب نے کہا: تو یہی میرا جواب ہے کہ خدا نظر تو نہیں آتا مگر اپنی قدرتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مسٹر کا دوسرا سوال یہ تھا کہ جبکہ شیطان آگ سے بنا ہے اسے دوزخ کی آگ سے کیا تکلیف ہوگی کیونکہ وہ بھی آگ، یہ بھی آگ۔

تو اس کا جواب بھی میرا یہی ڈھیلا ہے۔ اب آپ اس سے پوچھیے کہ ڈھیلا کس چیز سے بنا ہے؟

ملحد نے کہا: مٹی سے۔

مجذوب: اور تم کس چیز سے بنے ہو؟

ملحد: مٹی ہی سے۔

مجذوب: تو جس طرح مٹی نے مٹی کو مجروح اور بے چین در تکلیف میں ڈال دیا ہے اسی طرح آگ بھی آگ کو جلنے سے بیکل

ملحد: دو باتیں تو سمجھ میں آگئیں مگر تیسرا سوال ابھی باقی ہے کہ جب سب کچھ خدا ہی کرتا ہے تو پھر بندہ مجرم کیوں؟

مجذوب: تو پھر میں یہ ڈھیلا بھی تو خدا ہی نے مارا۔ میرے خلاف دعویٰ کیوں؟

ملحد: یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ بندے کو بھی کچھ اختیار ہے۔

مجذوب: اور اسی اختیار کی وجہ سے اچھے برے کام کا ذمہ دار ہے۔ — جج نے ہنس کر مقدمہ خارج کر دیا۔